میڈیا وار

کہتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک کہاوت ہے مگر آج کل اس کی عملی شکل بھی نظر آ رہی ہے۔ دنیا اس وقت دو واضح حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک مسلم بلاک اور دوسرا کافر بلاک۔ چونکہ ان بلاکوں کے درمیان سرد جنگ چل رہی ہے اور کافر ممالک اسلام کو ختم کرنے کے واحد ایجنڈے پر عمل کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ہر وقت اسلام کے خلاف حالت جنگ میں تصور کرتے ہیں۔

اس لئے کافر ممالک مندرجہ بالا مقولے پر شدت سے عمل پیرا ہیں۔ اس سرد جنگ میں کافر ممالک ایک بہت اہم ہتھیار استعمال کر رہے ہیں اور اس کے استعمال سے بہت حد تک مثبت نتائج بھی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ہے پروپیگنڈہ کا ہتھیار۔

چانکیہ نے ایک اصول پیش کیا تھا کہ جھوٹ بولو اور اس شدت سے بولو کہ لوگوں کو اس پر یقین آجائے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کافر ممالک کسی مسلمان ملک یا اسلام پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ اس شدت سے اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مسلمان ملک جواب دینے کی بجائے معافیاں مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔ یا پھر مسلمان ممالک میں ہونے والے کسی معمولی واقعہ کو اتنا مشہور کر دیتے

زاہد الرحمٰن۔ فیصل آباد

ہیں کہ اچھا بھلا سادہ اور معمولی معاملہ الجھ کر پیچیدہ مسئلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اور کافر ممالک اپنا فائدہ حاصل کر کے آرام سے ایک طرف بیٹھ کر تماشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ ممالک پروپیگنڈہ کے لئے تمام ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان تمام ذریعوں میں سے ایک ذریعہ جس پر یہ ممالک بہت زیادہ توجہ دے رہے ہیں وہ ہے میڈیا۔ اس میڈیا میں الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور انٹرنیٹ و کیبل وغیرہ سب شامل ہیں۔

مسلمان ممالک اپنی آنکھوں کے سامنے ان ممالک کی سینہ زوریاں دیکھتے ہیں لیکن ان کے خلاف کچھ کر نہیں پاتے کیونکہ وہ بعد میں ان ممالک کے ہی **محتاج** ہوتے ہیں۔ کیونکہ بڑی بڑی خبر رساں ایجنسیاں، نشریاتی ادارے اور اخبارات و رسائل ان کافر ممالک کے ہی ہیں اور مسلمان ممالک ان اداروں کے ہاتھوں زک اٹھانے کے باوجود اپنے ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ہی **محتاج** ہیں۔ جنگ ستمبر 1965ء کی مثال ہمارے سامنے ہے جب بھارتی فوج کے کمانڈروں نے بڑ ہانکی کہ ہم جلد ہی لاہور پر قبضہ کر لیں گے تو بی بی سی لندن نے لاہور پر بھارت کے قبضہ ہو جانے کی خبر نشر کر دی لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ یہ ممالک اس میڈیا سے کیسے کیسے خطرناک کام لیتے ہیں۔ یہ سن کر اور پڑھ کر حقیقتاً رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس میڈیا کا خوفناک استعمال حال ہی میں دیکھنے میں آیا جب ایک مسلمان ملک انڈونیشیا جس کے صوبے مشرقی تیمور کے رہنے والے عیسائیوں نے آزادی کا مطالبہ کیا تو ان ممالک نے میڈیا کے ذریعے انڈونیشیا کی فوج کے عیسائیوں پر

چانکیہ نے ایک اصول پیش کیا تھا کہ جھوٹ بولو اور اس شدت سے بولو کہ لوگوں کو اس پر یقین آجائے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کافر ممالک کسی مسلمان ملک یا اسلام پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ اس شدت سے اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مسلمان ملک جواب دینے کی بجائے معافیاں مانگنا شروع کردیتے ہیں

مظالم کا اتنی شدت سے پروپیگنڈہ کیا کہ انڈونیشیا کو حقیقت بتانے کی مہلت نہ ملی اور مشرقی تیمور کو آزادی دینے پر اسکی جان چھوٹی۔ حالانکہ ان الزامات میں کوئی حقیقت نہیں تھی۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں کشمیر کے مسلمانوں پر بھارتی فوج کے گزشتہ ترپن سال سے ہونے والے مظالم کو یہ اوارے کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے جس کی وجہ سے دنیا کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کو ہی ابھی تک نہیں جان پائی وہ ان مظلوموں کیلئے کوئی اقدام کیسے کرے گی۔ اسی طرح ایک مثال جنگ خلیج 1990ء میں دیکھنے میں آئی جب ان ممالک نے عراق کے ایٹمی ہتھیاروں کا اتنا پروپیگنڈہ کیا اور صدام اور عراق کو اتنا ظالم بنا کر پیش کیا کہ مسلمان ممالک بھی عراق کے خلاف ہونے والی کسی قسم کی کاروائی کی مخالفت نہ کر سکے جب کہ اسکے برعکس اسرائیل جس کے پاس عراق سے زیادہ مہلک ایٹمی ہتھیار موجود ہیں اور جو توسیع پسندانہ عزائم بھی رکھتا ہے، کو ایک امن پسند ملک بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ اسی طرح بوسنیا اور کوسووا میں مسلمانوں پر عیسائیوں کے مظالم دیکھ کر اور پڑھ کر عیسائی بھی بلبلا اٹھے مگر ان مظالم کے عشر عشیر کی خبریں بھی باہر نہیں آئیں کیونکہ ان اداروں نے ان خبروں کو کوئی اہمیت ہی نہ دی۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ آئندہ جنگیں میدانوں میں ہتھیاروں کی بجائے کمروں میں بیٹھ کر میڈیا کے ذریعے لڑی جائیں گی۔ کیونکہ میڈیا ایک ایسی طاقت ہے جس کے ذریعے تیز ترین اور سو فیصد نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ملکوں کی سرحدوں میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کے خیالات کا اظہار تھوڑا عرصہ پہلے بھارت کی سونیا گاندھی نے کیا تھا اور کہا تھا کہ بھارت کو اب پاکستان کے خلاف جنگ نہیں لڑنی پڑے گی۔ کیونکہ پاکستانی نوجوان بھارتی ثقافت کے انتہائی گرویدہ ہو چکے ہیں اور جو نتائج بھارت میدان میں حاصل نہ کر سکا وہ میڈیا کے ذریعے چند ہی سالوں میں حاصل کر لئے گئے ہیں۔

> اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ آئندہ جنگیں میدانوں میں ہتھیاروں کی بجائے کمروں میں بیٹھ کر میڈیاکے ذریعے لڑی جائیں گی۔ کیونکہ میڈیا ایک ایسی طاقت ہے جس کے ذریعے تیز ترین اور سو فیصد نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔اور دیکھتے ہی دیکھتے ملکوں کی سرحدوں میں تبدیلی کی جاسکتی ہے

ان سب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ میڈیا کو مستقبل قریب میں بہت اہمیت حاصل ہوگی اسی لئے تمام ممالک انفارمیشن ٹیکنالوجی کی طرف خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ اور اسی کی ترقی کیلئے اقدامات اور فنڈ مختص کر رہے ہیں۔ یہ مسلمان ممالک کیلئے ایک لمحۂ فکریہ ہے اور حالات کا تقاضا ہے کہ وہ بھی انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ خلائی تحقیق کی طرف بھی خصوصی توجہ دیں اور خلاء میں مصنوعی سیارے بھیجیں تاکہ وہ کافر ممالک کی جاسوسی سے بچ سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی علیحدہ خبر رساں ایجنسیاں، نشریاتی ادارے اور بین الاقوامی اخبارات و جرائد جاری کریں تاکہ وہ ان ممالک کے محتاج نہ رہیں اور ان کے پروپیگنڈہ کا توڑ کر سکیں ورنہ ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

بقیہ آخری انوکھا سفر

بندے لیسے ہوسکتے ہیں؟ حکم ہوتا ہے اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھادو۔ اس کا دروازہ نار جہنم کی طرف کھول دو۔ اس جانب سے تپتی اور جھلساتی گرم لو آتی ہے۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں۔ یہی مصیبت کم نہ تھی کہ ایک انتہائی بدوضع بدشکل بدبودار کپڑے پہنے آدھمکتا ہے کہتا ہے۔

تجھے اس چیز کی خوشخبری ہو جس کو تو برا سمجھتا تھا۔ آج وہی دن ہے جس کا تو وعدہ دیا گیا تھا۔ بندہ پوچھتا ہے تو کون ہے۔ تیرے چہرے سے ہی برائی ٹپک رہی ہے۔ جواب ملتا ہے۔ میں تیرا عمل بد ہوں۔ یہ ان ہی جھٹکوں سے گھبرا اٹھتا ہے کہتا ہے میرے پروردگار قیامت قائم نہ کرنا۔

قارئین کرام! کہئے کون سا سفر پسند آیا۔ یاد رکھئے! یہ دنیاوی سفر نامے کے ڈھیلے ڈھالے جملے نہیں۔ محمد کریم کے یاقوتی ہونٹوں سے پھوٹنے والے الفاظ سے مترشح مستند الفاظ ہیں۔ جن کی صداقت مسلمہ ہے اور ہاں کس سفر کے لئے خود کو منتخب فرمائیں گے؟

بقیہ اعمال نبوت

ہو؟ تم لوگ قرآن کو گڈ مڈ کر رہے ہو گزشتہ قوموں کو اسی قسم کے لایعنی مسائل نے برباد کر دیا۔

اسلام نے اگرچہ عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز عقائد کو مٹا دیا تھا۔ تاہم بعض باتیں باقی رہ گئی تھیں اور کبھی کبھی ان کا ظہور ہو جاتا تھا۔ عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے'